OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

"رواج نامۂ سوات" میں موجود مویشیوں کی زکوۃ کے متعلق والئی سوات کے قوانین کا شرعی و تحقیقی جائزہ

The Legal Verdicts of *Wālī* Swat Regarding Tax Collection in Animals: An Analysis from the Perspective of Islamic Law

Saifullah
Subject Specialist (Islamic Studies), GHSS, Matta Swat, KP, Pakistan
Dr. Lutfullah Saqib
Associate Professor (Law & Shariah), University of Swat, KP, Pakistan
Dr. Saeed ur Rahman
Assistant Professor (Islamic Studies), Abdul Wali Khan University Mardan, KP, Pakistan

Abstract

Zakāt is a financial liability imposed by *Sharī'ah* (Islamic law) on believers. The legality of such obligation, of course, is derived from several verses of the Holy *Qurān* and *Ḥadīth* of the Holy Prophet (SM). Such obligation, in terms of its substance, can be divided, mainly, in currencies and animals. The latter kind, being a complex one, has been elaborated by Islamic law with minute details. Additionally, head of the state has the responsibility to make necessary arrangements for the management of such financial obligation- ranging from the collection to the division. *Wālī* Swat (a famous ruler of Swat), being a head of the Swat State, fulfilled this responsibility in the best possible way. At his time, a very unique system was introduced for the collection of *Zakāt* (from those individual having *Nisāb* for the same). The contemporary *Sharī'ah* scholars have a difference of opinion whether such mechanism, introduced for the collection of *Zakat,* was entirely based on *Sharī'ah*

CC BY

or not. The present work, following this question, aims to find out the best possible answer to it. While doing so, all verdicts, related to the issue under consideration, have been analyzed for the perspective of Islamic law. The work of the classical Muslim jurists (*fuqahā*) has been citied extensively; while analyzing a verdict. The *Hanfī* school of thought, however, has been offered more comparatively to other school of thought- owing to the fact that the legal system, prevailing in the regime of *Wālī* Swat, was, predominantly, based on the principles of the same school. Further, content analysis technique, a kind of qualitative research has been adopted for the investigation of the issue.

Keywords: *Wālī* Swat, *Zakāt,* Legal Verdicts, Islamic Law, Financial Obligation, *Hukam Namā*, *Sharī'ah, fuqahā*

تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے شریعت(Islamic Law)مطہرہ کو اتارا ہے۔ جس میں ہر طبقہ اور ہر شعبہ سے متعلق ہر قسم کے مسائل کا حل بیان کیا گیا ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کر کے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کریم آپ پر اتارا ہے جس میں ہر چیز کے متعلق مفصل بیان ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْئٍ[1]۔" اس آیت کی تفسیر میں تفسیر عثمانی میں یوں نقل کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق تمام ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے[2]۔ دینِ اسلام صرف عبادات(worship)تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ ایسا جامع نظامِ حیات ہے جو انفرادی اصلاح سے لے کر اجتماعی نظام عدل و مساوات کا داعی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت نہ کوئی حکومت تھی اور نہ کوئی اجتماعی نظام(Collective Mechanism)موجود تھا، ہر طرف افراتفری کا عالم تھا، ہر ایک طاقتور شخص کمزور افراد کے لیے ظالمانہ کردار تھا۔ نہ عورت کے حقوق کا خیال رکھا جاتا تھا، اور نہ غریب اور یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک نبھایا جاتا تھا۔ انہی حالات میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسانوں پر رحم فرما کر اپنا آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا، جس کے اہم مقاصد میں سے بہترین اخلاق کی تعلیم بھی تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے اخلاق آراستہ کیے اور انہی ایسی تعلیمات دیں، جس کی بناء پر نہ صرف یہ لوگ اخلاق کے لحاظ سے بہترین لوگ بن گئے، بلکہ یہ لوگ قابل تقلید بلکہ واجب التقلید بن گئے۔

آپ ﷺ کی تعلیمات حیات انسانی کے ہر باب متعلق مکمل راہنمائی فرماتی ہیں اور ہر انسان کی ذہنی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی، انفرادی اور اجتماعی میدان میں بہترین نشو و نما کرتی ہیں۔ یہ تعلیمات نہ صرف یہ کہ آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ بلکہ حیاتِ انسانی کے ہر شعبہ کے لیے ترقی کی ضامن اور مفید ہیں اور قیامت تک آنے والے تمام جدید مسائل کے لیے ایسی ہدایات بھی

ہیں جو اسلامی بنیادی اصول(Basic Principles) کو مد نظر رکھتے ہوئے ان مسائل کے حل کے لیے تصفیہ اور حل کرنے کے بہترین ذرائع ہیں۔ انہی تعلیمات کے سایہ میں خلفائے راشدین کے دور سے لے کر سینکڑوں سالوں تک تمام مسلمان حکمرانوں نے اپنی خلافت کو سنبھالا ہے اور دنیا یہ ثابت کرکے دکھایا ہے کہ اسلامی نظام ہی وہ واحد اور یکتا نظام ہے جو نسل انسانی کی ترقی کا باعث اور پورے معاشرے کے امن وسکون کا واحد ذریعہ ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام کے اصول وضوابط دنیامیں موجودہ تمام ظالم نظاموں کے اصول سے بالکلیہ مختلف ہیں۔ اسلامی نظام کا ایک اہم اصول یہ ہے جس کو محمود احمد غازی نے لکھا ہے کہ "اسلامی نظام میں ریاست اور اور دین، مذہب اور سلطنت دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں، اور دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، اور دونوں ایک دوسرے کی مددگار ہیں اور دونوں کے تقاضے ایک دوسرے سے پورے ہوتے ہیں[3]۔" اسلام کے علاوہ باقی جتنے بھی ادیانِ باطلہ ہیں ان سب میں دین کو عبادات تک محدود کیا جاتا ہے، جب کہ عبادات کے علاوہ تمام شعبوں تجارت، کاروبار، شادی اور غمی جیسے معاملات میں اس کی دخل اندازی کو عقل کے خلاف تصور کیا جاتا ہے، اور اس قسم کی دخل اندازی کو ترقی کی راہ میں عظیم رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ جب تک دین کو مکمل طور پر دنیا کے تمام معاملات میں پیش نظر نہ رکھا جائے، تب تک مسلمانوں کی ذلت اور ناکامی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ جو بھی خلفاء اور نیک حکمران آئے ہیں انہوں نے اپنی ریاست کے نظام کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالا ہوا تھا اور ہر ایک شعبہ میں اسلام کے تمام اصول واحکامات کو مد نظر رکھتے ہوئے قانونی طور پر ان کو نافذ کیا تھا اور شریعت کے حکم کے مطابق ان احکامات سے اعراض کی صورت میں شریعت کی ہدایت کے مطابق سزا بھی دی جاتی تھی۔ لیکن بعض امور ایسے ہیں جن میں شریعت کی جانب سے کوئی سزا متعین نہیں کی گئی ہے، بلکہ اس میں سزا بہ طور تعزیر حکمرانِ وقت کے اختیار میں دیا ہے کہ وہ ان میں جرائم اور افراد کی مناسبت سے سزا تجویز کرے۔ جیسا کہ امام ابو الحسن الماوردی نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ " وَالتَّعْزِيْرُ تَأْدِيْبٌ عَلٰى ذُنُوْبٍ لَمْ تُشْرَعْ فِيْهَا الْحُدُوْدُ وَ يَخْتَلِفُ حُكْمُهُ بِاخْتِلَافِ حَالِهِ وَ حَالِ فَاعِلِهِ فَيُوَافِقُ الْحُدُوْدَ مِنْ وَجْهٍ اَنَّهُ تَأْدِيْبُ اِسْتِصْلَاحٍ وَ زَجْرٍ يَخْتَلِفُ بَحَسْبِ اِخْتِلَافِ الذَّنْبِ[4]۔" تعزیر ایسے گناہوں میں مشروع ہے جن میں حدود مقرر نہ ہو، اور اس کا حکم گناہ اور فاعل کی حالت پر موقوف ہے، پس ایک حیثیت سے یہ حدود کے ساتھ مشابہ بھی ہے کہ اس کا مقصد معاشرے کی اصلاح اور توبیخ ہے، جو گناہ کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگی۔ اس کے علاوہ بعض امور ایسے بھی ہوتے ہیں، جو انتظامی طور ملک میں کسی مصلحت اور مفادِ عامہ کی بنا پر نافذ العمل ہوتے ہیں۔ اس قسم کے امور میں شریعت کی طرف سے یہ ہدایات ملتی ہیں کہ کسی ملک کا حکمران یا کسی جماعت کا امیر اگر کوئی ایسا فیصلہ کردے یا ایسی قانون سازی کرے جس میں شریعت کی خلاف ورزی نہ پائی جاتی ہو، تو یہ حکم ریاست اور ملک کے ہر ایک باشندہ اور جماعت کے ہر ایک فرد پر اس کا ماننا لازم ہوگا۔ اور اس میں امیر اور حاکمِ وقت کی نافرمانی شریعت کی نافرمانی سمجھی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ "عَلٰى اَلْمَرْءِ الْمُسلِمِ السَّمْعُ وَ الطَّاعَةُ فِىْ مَا اَحَبَّ وَ كَرِهَ اِلَّآ اَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَاِنْ اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَ لَا طَاعَةَ [5]۔" ہر ایک مسلمان پر ہر معاملہ میں اپنے امیر کا سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے چاہے وہ اس حکم پسند کرے یا ناپسند کرے اِلّا یہ کہ وہ کسی گناہ کا حکم دے، پس اگر وہ کسی گناہ کا حکم دے تو اس صورت میں اس امیر کا سننا اور اس کی اطاعت کرنا لا

زم نہ ہوگی۔"اس قسم کی احادیث کی تشریح میں تکملہ فتح الملہم میں تفصیل کے ساتھ یہ نقل کیا گیا ہے کہ مباح امور میں ہر ایک مسلمان پر اپنے امیر کی اطاعت لازم ہے، پس اگر امیر کسی مباح فعل کا حکم دے تو اس کا ماننا لازم ہوتا ہے اور اگر وہ کسی امر مباح سے کسی کو روکے تو اس صورت میں اس کا کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ان عبارات سے دو باتیں معلوم ہو گئیں ایک یہ کہ "اِنَّ الْمُسْلِمَ يَجِبُ عَلَيهِ اَنْ يُطِيْعَ اَمِيرَهُ فِى الْاُمُورِ الْمُبَاحَةِ فَاِنْ اَمَرَ الاَمِيْرُ بِفِعلٍ مُبَاحٍ وَجَبَت مُبَاشَرَتہُ وَاِنْ نَهٰى عَنْ اَمرٍ مُبَاحٍ حَرمَ اِرتِكَابُهُ[6]۔"امور مباحہ میں امیر کو فیصلہ کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے، دوم یہ کہ جب امیر کسی امر مباح کا حکم دے تو اس کا کرنا شرعاً بھی لازم ہوگا اور اگر وہ کسی امر مباح سے روکے، تو اس سے بچنا اور اجتناب کرنا بھی لازم ہوگا۔

دنیا کا قانون ہے کہ اس میں گزرے ہوئے ہر ایک حکمران نے اپنے ملک اور ریاست (State) کی ترقی اور اس میں بسنے والے عوام کی خاطر ایسا نظام وضع کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ریاست کا ہر ایک باشندہ پُر سکون اور باعزت زندگی گزار سکے، اور معاشرہ قتل و غارت گری، چوری، ڈاکہ وغیرہ فسادات سے محفوظ رہ سکے۔ان حکمرانوں میں ریاست سوات کا حکمران بھی تھا، انہوں نے اپنی جنت نظیر ریاست کے تحفظ اور عوام کے مفاد کی خاطر زندگی کے تمام شعبہ جات کے متعلق اس قسم کے اصول وضع کیے تھے اور ایسے فرامین جاری فرمائے تھے، جس کی وجہ سے انہوں نے نہ صرف لڑکھڑاتی ہوئی ریاست کو کندھا دیا، بلکہ بہت جلد اس کو جدید خطوط (Modern Techniques) پر استوار کیا اور نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔

والئی سوات کے دور کے تمام حکم ناموں (Legal Verdicts) کو غلام حبیب خان نے جو ریاست سوات کے پاکستان میں مدغم ہونے کے وقت ضلع سوات میں ڈپٹی کمشنر کے آفس کے سپرینڈینٹ تھے، انہوں نے ریاست سوات کے محافظ خانے اور تحریر شدہ ریکارڈ میں موجود والئی سوات کے تمام حکم ناموں کو مرتب کر کے "رواج نامہ سوات" کی شکل میں مرتب کیا تھا، اس کتاب میں کل حکم ناموں کی تعداد 654 ہے، جن میں مقالہ نگار نے پی ایچ ڈی کی سطح پر عبد الولی یونیورسٹی کے اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ کی زیر نگرانی 251 حکم ناموں کا شرعی و تحقیقی جائزہ لیا ہے جب کہ اس آرٹیکل میں ان حکم ناموں میں سے حکم نامہ نمبر 649 جو کہ بھیڑ بکریوں کے عشر کے متعلق ہے کو لے کر اس کے شرعی و تحقیقی جائزے کو مقالہ ہذا کا عنوان بنایا گیا ہے۔چونکہ ریاستِ سوات میں زکوۃ کی وصولی کے لیے والئی سوات کا طریقۂ کار (Methodology) یہ تھا کہ وہ پوری ریاست (ماسوائے کالام) کے بھیڑ بکریوں کی زکوۃ کو ٹھیکہ پر دے کر ٹھیکہ دار سے مخصوص رقم لیتے تھے۔اس لیے پوری ریاست کے مویشیوں کے مالکان سے زکوۃ کی وصولی ٹھیکہ دار کی ذمہ داری ہوتی تھی، جب کہ والئی سوات کی جانب سے یہ ٹھیکہ ان شرائط (Conditions) کے ساتھ ہوتا تھا جو کہ حکم نامہ میں مذکور ہیں۔مقالہ ہذا میں ان تمام شرائط کا شرعی جائزہ لیا گیا ہے۔

حکم نامہ:649   نمونۂ اقرار نامہ بابت عشر بھیڑ بکریاں

فریق اول: انتظامیہ ضلع سوات   فریق دوم: عاشران (اجارہ گران) ساکنان

اقرار کر کے تحریر کیا جاتا ہے کہ فریق اول نے فریق دوم کو علاقۂ کالام کے سوا تمام ضلع سوات میں بھیڑ بکریوں کے عشر کا ٹھیکہ (بھیڑ بکریوں کے محصول کے بہ غیر) مندرجہ ذیل شرائط پر دے دیا۔

1. فریق دوم مبلغ-----روپے ٹھیکہ کے عوض فریق اول کو سالانہ ادا کرے گا

2. فریقِ دوم متوسط جسامت کا بکرا یا بکری، بھیڑ یا دنبہ حسب قانون برائے شریعت شرح کے بہ موجب اجڑان سے وصول کرے گا۔
3. ٹھیکے کی میعاد-----سے-----تک پورے دو سال کے لیے ہوگی۔
4. اگر یہ ثابت ہوا کہ فریقِ دوم نے سب سے اعلیٰ بکرا، بکری، بھیڑ یا دنبہ زکوۃ (عشر) میں لیا ہے تو وہ مبلغ ایک سو روپے جرمانہ ادا کرے گا۔
5. اگر فریقِ دوم اپنی تسلی کے لیے کسی جگہ ایک دفعہ سے زیادہ بھیڑ بکریوں کو شمار کرنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن تین مہینے گزرنے کے بعد دوبارہ گنتی نہیں کر سکے گا۔
6. جو بھیڑ، بکریاں علاقہ پائین سے علاقۂ سوات کی چراگاہوں میں لائے جاتے ہیں تو ان سے بھی عشر لیا جائے گا۔
7. اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ اجڑان عشر کی ادائیگی سے پہلے بھیڑ بکریاں چوری چھپکے علاقہ پائین لے گیے ہیں تو ان سے مبلغ دس روپے فی شاخ بہ طور جرمانہ لیا جائے گا۔ جس میں مبلغ ایک روپے سر جرم فریقِ دوم کا حق ہوگا۔
8. اگر اجڑان خورد برد کرنے کے لیے اپنی بھیڑ بکریوں میں، بیوہ، مزدور اور نسبی کا حصہ فرضی طور پر بتائے تاکہ عشر سے بچ سکے تو اس صورت میں مروجہ قاعدے کے مطابق ہر ایک ریوٹ (جھاڑہ) سے فریقِ دوم گنتی کر کے عشر وصول کرے گا۔ یعنی مفروضہ بیوہ وغیرہ سب کے بھیڑ بکری یکجا شمار کریں گے۔
9. اگر ضلع سوات کے قانون کی خلاف ورزی (Disobedience of Law) کی گئی اور شریعت کے مطابق فریقِ دوم عشر کی وصولی میں ملامت ہو گیا تو اس صورت میں فریقِ اول مجاز ہوگا۔ کہ میعاد مقررہ سے قبل اس سے ٹھیکہ واپس لے۔
10. فریقِ دوم کے کار داران بہ مقام سلارزئی، کڑپہ، بودال، امان کوٹ، نوے کلے، کبل سر سینئ اور گھڑئ کلے میں بھیڑ بکریوں کی گنتی کے لیے ہر وقت موجود رہیں گے تاکہ اجڑان ان حدود سے بھڑ بکریاں نہ لے جائیں اور گنتی کی تصدیق (Confirmation) کے لیے فریقِ دوم کے ساتھ حکومت کے کارندے حسبِ ضرورت موجود ہوں گے کیوں کہ گنتی کے وقت جتنے مویشی (بھیڑ بکری) یا رقم اجڑان تسلیم کریں تو اس کے لیے سرکاری کارندوں (Government personals) کی تصدیق مستند ہوگی۔
11. فریقِ دوم کے کارداران مذکورہ بالا حدودات کسی وقت بھی خالی نہیں چھوڑیں گے۔ اگر ان کی غفلت (Negligence) کی وجہ سے بھیڑ بکریاں ان حدود سے گزر گئیں تو اس صورت میں ان سے جرمانہ لیا جائے گا۔
12. فریقِ دوم اپنے چھوٹے اجارہ گروں کے قلاش ہونے کی صورت میں ادائیگی کے خود ذمہ دار ہوگا۔
13. فریقِ دوم متوسط درجے کا بکرا بکری وغیرہ مطابق قانون شرعی عشر میں لے گا۔ اگر دونوں فریق نقد رقم پر راضی ہوئے تو اس پر فریقِ اول کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔
14. سرکاری بھیڑ بکریوں پر عشر معاف ہوگا۔
15. جو کوئی 40 شاخ بھیڑ، بکری، دنبے یا بکرے کا مالک (Owner) ہو جائے اور نسل یا دودھ کے لیے اس کو پالتا ہو اور جو تمام سال بہ طور سرونده (چرنے والا) پالا جائے تو مذکورہ تعداد ان مویشیوں کا شرعی نصاب ہے۔ اگر اس پر ایک سال گزر جائے تو ایک متوسط درجے کی مویشی (بھیڑ بکری) زکوۃ میں دے گا۔ اگر بھیڑ بکری تجارت کے لیے پالتا ہو تو اس صورت میں

مال کے زکوۃ کے طریقہ سے اس کی قیمت کے لحاظ سے زکوۃ دے گا۔ اگر کسی کے ساتھ سال کے اوائل میں ان بھیڑ بکریوں کا نصاب پورا نہ ہوتا ہو۔ مثلاً 20 بھیڑ، بکریوں یا دنبوں کا مالک ہو اور چھ مہینے تک وہ ان بھیڑ بکریوں کے بچوں کا مالک ہو گیا یا کسی اور ذریعہ سے اس کو دیگر بھیڑ بکری حاصل ہوئے اور یہ ان کا مالک ہو گیا تو وہ تب سے نصاب کا مالک شمار کیا جائے گا۔ اور اس وقت سے جب ایک سال گزر جائے تو 40 مویشیوں میں سے ایک متوسط درجے کی مویشی (بھیڑ بکری) زکوۃ میں دے گا۔ کیوں کہ اصل سبب وجوب (cause of Obligation) ہے۔ اور حولانِ حول (یعنی مکمل سال کا گزر جانا) ادائیگی کا وجوبِ سبب ہے۔ اگر کوئی شخص 121 بھیڑ بکریوں کا مالک ہو جائے یا ہر قسم کے مجموعی طور ان کی تعداد مذکورہ تعداد تک پہنچ جائے تو اس صورت میں دو متوسط مویشی زکوۃ میں دے گا۔ یہ طریقہ 399 عدد تک بھیڑ بکریوں پر حاوی ہو گا۔

16. اگر کوئی 400 بھیڑ بکریوں کا مالک ہو جائے تو اس سے چار متوسط درجے کی مویشی زکوۃ میں لیے جائیں گے اور 400 سے جب ایک ایک صد اسی قسم کے اور زیادہ ہو جائیں۔ یعنی ان میں ایک ایک سو کا اضافہ ہو جائے تو ایک صد بھیڑ بکریوں میں سے ایک مویشی زکوۃ میں دے گا جو کہ متوسب درجے کی ہو گی۔ یعنی پانچ سو میں پانچ شاخ متوسط درجے کی، چھ صد میں چھ متوسط درجے کی اور سات صد میں سات متوسط درجے کی مویشی زکوۃ (عشر) میں دے گا۔ غیر نہایہ یعنی علیٰ ہذا القیاس اسی حساب سے عشر وصول کیا جائے گا۔
17. اگر کسی کے پاس اس قسم کی بھیڑ بکری جدا جدا ہوں (یعنی بھیڑ بکری دنبہ اور بکرا) اور نصاب کے حد تک نہ پہنچ سکے اور مجموعی طور پر نصاب بن سکے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو فریق دوم کو زیادہ گنتی (شمار) کے حساب سے عشر دے گا۔ اگر گنتی کے لحاظ سے تمام قسم کی بھیڑ بکری مساوی اور برابر ہوں تو اس صورت میں عشری یعنی فریق دوم اگر اعلیٰ قسم کی بھیڑ بکریوں میں عشر لینا چاہے تو اس کو ان میں اعلیٰ قسم کی مویشی زکوۃ میں دی جائے گی۔
18. بھیڑ بکری جو حاملہ ہو یا جس کا بچہ پیدا ہو چکا ہو یا وہ بکرا جو نسل کشی کے لیے پالا گیا ہو عشر میں نہیں دیا جائے گا۔
19. متوسط درجے کی مویشی وہ ہے جو اعلیٰ درجے سے کم ہو اور دوسرے درجے سے بہتر ہو۔ جب اس قسم کی مویشیوں پر زکوۃ واجب ہو جائے اور نصاب کی حد تک پہنچ جائے تو تین حصوں میں تقسیم ہوں گی۔ یعنی اعلیٰ، متوسط اور ادنیٰ تو فریق دوم متوسط درجے کی بھیڑ بکریوں میں زکوۃ لے گا۔
20. فریق دوم میں سے مال دار شخص اپنے قلاش ساتھی کا ذمہ دار ہو گا یعنی قلاش فریق سے وصولی کی ذمہ دار مال والے ساتھی پر عائد ہو گی۔[7]

شرعی جائزہ

یہ حکم نامہ ریاستِ سوات کے بھیڑ، بکریوں کی زکوۃ کے بارے میں نافذ کیا گیا ہے۔ والئی سوات نے اپنی پوری ریاست کی زکوۃ کو ماسوائے کالام کے ایک خاص فریق کو ٹھیکہ پر دیا تھا۔ ان کے ساتھ اس زکوۃ کو جمع کرنے کے لیے دو سال کے لیے معاہدہ کیا گیا تھا، اس معاہدے کے لیے والئی سوات نے بائیس شرائط لاگو کیں تھیں۔ اس حکم نامہ کا شرعی جائزہ لینے کے لیے ان تمام شرائط کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے گا۔ ان شرائط میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ فریق دوم (اجارہ گران) فریق اول کو اتنی مخصوص رقم (Specific Amount) دے گا۔ کسی علاقے کے عشر اور زکوۃ کو ٹھیکہ پر دینے کے جواز اور عدم جواز کے

بارے میں کوئی صریح نص موجود نہیں ہے۔ البتہ زکوۃ اور عشر کے اپنے مصارف شریعت کی جانب سے مقرر کیے گیے ہیں، ان مصارف کے علاوہ کہیں اور زکوۃ اور عشر دینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ [8]۔"یقیناً صدقات (عشر اور زکوۃ) حق ہے فقراء، مساکین، زکوۃ کے محکمے (Institutions) کے ملازمین کے لیے، تالیف قلب کے لیے، قرضدار کے لیے، اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لیے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والے اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں زکوۃ اور عشر وغیرہ تمام صدقات واجبہ کے مصارف بیان کیے گیے ہیں۔ ان مصارف کے علاوہ کہیں بھی زکوۃ اور عشر دینا جائز نہیں ہے۔ حکم نامہ ہذا کی پہلی شرط میں زکوۃ کا مصرف مالدار شخص کو ٹھہرایا گیا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ ان مصارف میں ایک مصرف عاملین کا بھی ہے، لیکن ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ زکوۃ کے اموال کو جمع کر کے پورا بیت المال میں جمع کریں گے جب کہ ان لوگوں کے لیے حکومت اپنی طرف سے تنخواہ مقرر کرے گا۔ لیکن یہ طریقہ کہ حکومت ان سے ایڈوانس میں کچھ رقم لے لے اور بعد میں لوگوں کو یہ حکم دے کہ تم اپنے اموال کی زکوۃ ان کو دے دے، تو یہ صورت بالکل ناجائز ہے کیونکہ اس میں زکوۃ کا استعمال اپنے مصرف میں نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ شرط صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح خراج کے بارے میں امام ابو یوسفؒ اپنی تصنیف کتاب الخراج میں ایک عبارت نقل فرمائی ہے جس میں انہوں نے خلیفہ ھارون الرشید کو خراج کے ٹھیکہ پر دینے سے منع فرمایا ہے، کہ "فَاِنْ قَالَ صَاحِبُ الْقَرْيَةِ اَنَا اُصَالِحُكُمْ عَنْهُمْ وَاُعْطِيْكُمْ ذٰلِكَ لَمْ يُجِيْبُوْهُ اِلٰى مَا سَاَلَ لِاَنَّ ذِهَابَ الْجِزْيَةِ مِنْ هٰذَا اَكْثَرَ لَعَلَّ صَاحِبَ الْقَرْيَةِ يُصَالِحَهُمْ عَلٰى خَمْسِ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَ فِيْها مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ مَنْ اِذَا اَخَذْتَ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ بَلَغَتْ أَلْفَ دِرْهَمٍ اَوْ اَكْثَرَ وَ هٰذَا مِمَّا لَا يَحِلُّ وَلا يَسَعُ مَعَ مَا يَنَالُ الْخِرَاجَ مِنْهُ مِنَ النُّقْصَانِ لَعَلَّهُ اَنْ يَّجْبِيَ مَنْ بِضَيْعَتِهِ اَهْلُ الذِّمَّةِ فَيُصِيْبُ الْوَاحِدَ مِنْهُمْ اَقَلَّ مِنْ اِثْنَىْ عَشَرَ دِرْهَمًا وَ لا يَحِلُّ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ ذٰلِكَ بَلْ لَعَلَّ فِيْهِمْ مِنَ الْمَيَاسِيْرِ مَنْ تَلْزَمُهُ ثَمَانِيَةً وَاَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا وَ يَحْمِلُهَا وُلاةُ الْخِرَاجِ مَعَ الْخِرَاجِ اِلَى بَيْتِ المَالِ لِاَنَّهُ فَيْئٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ[9]۔ "اگر کسی گاؤں کا سربراہ یہ کہے کہ ان لوگوں کی طرف سے میں آپ کے ساتھ مصالحت کرتا ہوں اور ان کا جزیہ میں ادا کروں گا، تو اس کا یہ مطالبہ نہیں مانا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں جزیہ کی کمی ہو جائے گی، یہ ممکن ہے کہ یہ شخص ان لوگوں کی جانب سے پانچ سو درھم پر صلح کرے، اور ان میں ایسے لوگ موجود ہوں کہ اگر آپ ان سے جزیہ لے لے تو یہ ہزار درھم یا اس سے زیادہ تک پہنچ جائے۔ اور یہ جائز نہیں ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں نقصان بھی ہے، شائد کہ یہ شخص ان لوگوں سے اتنی رقم وصول کرے جو 12 دراہم سے کم ہوں، حالانکہ بیس دراہم سے خراج کم لینا جائز نہیں ہے، بلکہ شائد ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہوں جو مالدار ہوں، جن پر اڑتالیس دراہم لازم ہوتے ہوں۔ اور عاملین کے لیے اس جزیہ کا بیت المال میں داخل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ مال عام مسلمانوں کے لیے مال فیئ ہے۔

امام ابو یوسفؒ کی اس عبارت سے یہ معلوم ہو گیا کہ حکمران وقت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خراج کے مال کو ٹھیکہ پر دے دے، جن میں بہت سے نقصانات ہو سکتے ہیں، بیت المال کے نقصان کے علاوہ لوگوں پر ظلم یا کچھ لوگوں کو معاف کرنا وغیرہ۔

جب خراج کا یہ مسئلہ ہے تو زکوۃ اور عشر کے مال کو بہ طریقۂ اولیٰ ٹھیکہ پر نہیں دینا چاہئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ خراج سے زکوۃ اور عشر کی اہمیت زیادہ ہے اور اس میں عبادت کی پہلو غالب ہے جب کہ خراج میں عبادت کی پہلو نہیں ہے۔ اس لیے یہ شرط مکمل طور پر شریعت کے خلاف ہے۔

اس حکم نامہ میں دوسری شرط یہ ہے کہ کہ فریق دوم متوسط جسامت کا بکرا یا بکری، بھیڑ یا دنبہ حسب قانون برائے شریعت شرح کے بہ موجب اجڑان سے وصول کرے گا۔ اس شرط کا مقصد یہ ہے کہ زکوۃ میں درمیانہ مال وصول کیا جائے گا۔ یہ شرط شریعت کے عین مطابق(In Compliance) ہے، کیونکہ حدیث میں جانوروں کی زکوۃ کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے کہ " اَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِّنْ اَمْوَالِهِمْ وَ تُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِذَا اَطَاعُوْا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ اَمْوَالِ النَّاسِ[10]۔"بے شک اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوۃ فرض کی ہے، جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر واپس لوٹادی جائے گی، پھر جب وہ اس حکم کو مان لیں تو یہ ان سے لے لو اور اچھے اموال لینے سے پر ہیز کرو۔ اس حدیث میں اچھے اموال کے لینے سے واضح طور پر روکا گیا ہے۔اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے جس میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "وَ لاَ يُخْرَجُ فِى الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَ لاَ ذَاتُ عَوَارٍ وَ لاَ تَيْسٌ اِلَّا مَا شَآءَ الْمُصَدِّقُ [11]۔ " صدقہ اور زکوۃ میں ایسا جانور نہیں لیا جائے گا جو بہت بوڑھا ہو اور نہ ایسا جانور جس میں کوئی عیب ہو اور نہ نر جانور الا یہ کہ صدقہ دینے والا یہ چاہے۔

اس حدیث میں واضح طور پر یہ حکم دیا گیا ہے زکوۃ میں کوئی عیب دار جانور نہیں دیا جائے گا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اعلیٰ جانور لینا ممنوع ہے اسی طرح ادنیٰ جانور لینا بھی ممنوع ہے۔ فتاویٰ قاضی خان کی عبارت ہے کہ "وَ لاَيُؤْخَذُ فِىْ الزَّكٰوةِ اِلَّا الْوَسْطُ مِنْ اَرْفَعَ اَدْوَنُهَا وَمِنْ اَدْوَنَ اَرْفَعُهَا[12]۔ " زکوۃ میں صرف درمیانہ جانور لیا جائے گا۔ پس کمزور جانوروں میں سب سے اعلیٰ اور اعلیٰ جانوروں میں سب سے ادنیٰ لیا جائے گا۔ اس عبارت سے بھی یہ مسئلہ مکمل طور پر واضح ہوتا ہے کہ زکوۃ کے اصول یہ ہیں کہ اس میں درمیانہ جانور اور درمیانہ مال لیا جائے گا۔ پس حکم نامہ ہذا کی یہ شرط کہ فریق دوم متوسط جسامت کا جانور وصول کرے گا، یہ صحیح ہے اور شریعت کے موافق ہے۔

اس حکم نامہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ یہ ٹھیکے کی میعاد دو سال کے لیے ہو گی۔ یہ شرط اجارہ کے لیے ہے اور اجارہ اجیر اور مستاجر کے درمیان ایک معاہدہ اور ایک عقد ہے، اس لیے دونوں فریق جتنی مدت پر راضی ہوں، وہ صحیح ہے۔ اس لیے یہ شرط بھی صحیح ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہوا کہ فریق دوم نے بھیڑ بکریوں کی زکوۃ میں سب سے اعلیٰ جانور وصول کیا ہے تو اس صورت میں اس پر مبلغ ایک سو روپے جرمانہ عائد ہو گا۔ حکم نامہ ہذا کی دوسری شرط میں یہ حکم تفصیل سے گزر گیا کہ زکوۃ میں درمیانہ مال واجب ہے اس لیے اس کو جانوروں کے مالک پر ظلم کرکے اس سے زیادہ مال لینا جائز نہیں ہے اور ایسا شخص تعزیراً سزا کا مستحق ہے، اس لیے بہ طور سزا اس کو سو روپے جرمانہ کیا جائے گا۔ یہ تعزیر بالمال ہے اور تعزیر بالمال کے بارے میں فقہاء کرام کے اقوال مختلف ہیں۔ جس کو ابن عابدین نے یوں نقل کیا ہے۔ کہ " وَعَنْ اَبِىْ يُوسُفَ يَجُوزُ التَّعْزِيْرُ لِلسُّلْطَانِ بِاَخْذِ الْمَالِ وَعِنْدَهُمَا وَبَاقِى الْاَئِمَّةِ لَا يَجُوزُ [13] -" امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ حکمران کے لئے تعزیر بالمال جائز ہے۔ اور صاحبین اور باقی ائمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لیکن مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ تعزیر

بالمال جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ کہ " وَاَكْثَرُ هٰذِهِ الْمَسَآئِلِ شَآئِعَةٌ فِىْ مَذْهَبِ اَحْمَدَ وَبَعْضُهَا شَائِعٌ فِىْ مَذْهَبِ مَالِكٍ وَمَنْ قَالَ اِنَّ الْعُقُوبَةَ الْمَالِيَّةَ مَنْسُوخَةٌ فَقَدْ غَلَّطَ مَذَاهِبَ الْأَئِمَّةِ نَقْلًا وَاسْتِدْلَالًا وَلَيْسَ يَسْهُلُ دَعْوٰى نَسْخِهَا وَفِعْلُ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ وَاَكَابِرِ الصَّحَابَةِ لَهَا بَعْدَمَوْتِهِ ﷺ مُبْطِلٌ لِدَعْوٰى نَسْخِهَا وَالْمُدَّعُوْنَ لِلنَّسْخِ لَيْسَ مَعَهُمْ كِتَابٌ وَلَا سُنَّةٌ وَلَا اِجْمَاعٌ بِصَحِيْحِ دَعْوَاهُمْ اِلَّا اَنْ يَقُوْلَ اَحَدُهُمْ مَذْهَبُ اَصْحَابِنَا لَا يَجُوزُ[14]۔"تعزیر بالمال کے بارے میں علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مسائل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب میں رائج ہیں۔ اور بعض مسائل امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب میں بھی رائج ہیں۔ اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ مال کی صورت میں سزائیں منسوخ ہیں تو انہوں نے ائمہ کرام کے مذاہب کو نقلاً اور استدلالاً غلط سمجھا ہے۔ اور تعزیر بالمال کے نسخ کا دعویٰ اتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین اور کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعزیر بالمال کے بارے میں فیصلے کرنا ان لوگوں کے نسخ کے دعویٰ کو مسترد کرتا ہے۔ اور جو لوگ تعزیر بالمال کے نسخ کے قائل ہیں ان کے ساتھ قرآن وسنت اور اجماع سے اس کے بارے میں ایسی کوئی دلیل(Argument) نہیں ہے جو ان کے دعویٰ کو ثابت کرے، سوائے اس کے کہ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب والے اس کو جائز نہیں قرار دیتے۔

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہوا کہ تعزیر بالمال کے جواز کے بارے میں علامہ ابن القیمؒ کا قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے لہذا یہ حکم بھی صحیح ہے۔

اس حکم نامہ کی پانچویں شرط یہ ہے کہ فریق دوم اپنی تسلی(Satisfaction) کے لیے کسی جگہ ایک دفعہ سے زیادہ بھیڑ بکریوں کے شمار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، لیکن تین مہینوں کے بعد دوبارہ گنتی نہیں کر سکتا۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ علاقۂ پائین سے علاقۂ سوات میں جو بھیڑ، بکریاں لائے جائیں، تو ان سے بھی عشر لیا جائے گا۔ یہ دونوں شرائط شریعت کے موافق ہیں، ان میں پہلی شرط یہ ہے کہ اگر بھیڑ بکریوں ایک سے زیادہ مرتبہ شمار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اس حکم میں شریعت کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہے بلکہ احتیاط بھی اسی میں ہے کہ اس کو دو تین بار شمار کیا جائے، تاکہ نہ جانوروں کے مالک پر ظلم ہو کہ اس سے زیادہ زکوۃ لی جائے، اور نہ اس سے کم لی جائے، جس کی وجہ سے وہ گنہگار رہ جائے۔ اسی دوسری شرط یہ ہے کہ جو بھیڑ بکریاں علاقۂ پائین سے لائے جائیں ان سے بھی عشر یعنی زکوۃ لی جائے گی۔ کیونکہ زکوۃ کسی علاقے کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ ہر مسلمان پر لازم ہے، اس لئے جس طرح یہ زکوۃ ریاستِ سوات والوں سے لی جاتی ہے اسی طرح جو بھیڑ بکریاں باہر سے لائی جائیں، ان سے بھی زکوۃ وصول کی جائے گی۔ اس لیے یہ شرط بھی صحیح ہے۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی نے بھیڑ بکریاں چورے چپکے(Without Permission) سے ریاست سے باہر لے گئے ہیں، تو اس صورت میں ان سے فی شاخ مبلغ دس روپیہ جرمانہ وصول کیا جائے گا۔ جس میں ایک روپے سر جرم فریق دوم یعنی اجارہ گر ان کا ہوگا۔ اس شرط میں زکوۃ کے ادا نہ کرنے پر اور اپنے مال کے چھپانے پر جرمانہ کی سزا کی سنائی گئی ہے۔ یہ تعزیر بالمال ہے اور ان جرائم میں جس میں شریعت کی طرف سے سزا مقرر نہ ہو، وہاں تعزیر کی شریعت نے اجازت دی ہے، جیسا کہ علامہ ابن القیم الجوزیؒ نے اپنی تصنیف میں نقل فرمایا ہے کہ " اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اَنَّ التَّعْزِيْرَ مَشْرُوْعٌ

فِیْ کُلِ مَعْصِیَةٍ لَیْسَ فِیهَا حَدٌّ[15]۔" تعزیر ان گناہوں میں مشروع ہے جہاں شریعت کی طرف سے کوئی سزا مقرر نہ ہوئی ہو۔" جب کہ تعزیر بالمال بھی ابن القیمؒ کے قول کے مطابق جائز ہے۔اس لیے یہ حکم بھی صحیح ہے۔

اس حکم نامے موجود تمام شرائط میں آٹھویں شرط یہ ہے کہ اگر جانوروں کے مالک نے زکوۃ سے بچنے کے لیے ان جانوروں میں بیوہ، مزدور یا کسی اور نسبی کا حصہ بتایا تو اس صورت میں فریق دوم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان تمام جانوروں کو یکجا شمار کر کے ان سے زکوۃ وصول کرے۔ شریعت کے اصول یہ ہے کہ جو جانوروں کا مالک ہے تو اس کا صاحب نصاب ہونا الگ ضروری ہے، اور جب ایک ہی کا مال نصاب تک پہنچ گیا تو اس پر زکوۃ دینا لازم ہے، ارشاد نبوی ہے کہ " وَ لَا یُجْمَعُ بَیْنَ مُفْتَرِق وَ لَا یُفَرَّقُ بَیْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْیَةَ الصَّدَقَةِ [16]۔" نہ تو الگ الگ مال کو جمع کیا جائے گا اور نہ ایک قسم کے مال کو الگ الگ کیا جائے گا۔"

اس حدیث کی تشریح فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ "وَ لَا یَفْرُقُ بَیْنَ مُجْتَمِعٍ وَ لَا یَجْمَعُ بَیْنَ مُتَفَرِّقٍ وَ تَفْسِیْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ رَجُلٌ لَہُ مِائَةٌ وَ عِشْرُوْنَ مِنَ الْغَنَمِ لَیْسَ لَلسَّاعِیْ اَنْ یَّجْعَلَ کُلَّ اَرْبَعِیْنَ فِیْ مَکَانٍ وَ یَاْخُذُ مِنْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ شَاةً وَ تَفْسِیْرُ اللَّفْظِ الثَّانِیْ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اَرْبَعُوْنَ شَاةً لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عِشْرُوْنَ لَیْسَ لِلْمُصَدِّقِ اَنْ یَّجْمَعَ بَیْنَ الْکُلِّ وَ یَاْخُذَ مِنْهُمَا شَاةً[17]۔" اکٹھے کو الگ نہیں کیا جائے گا، اور نہ متفرق کو جمع کیا جائے گا، اس میں پہلے لفظ کی تفسیر یہ ہے کہ اگر ایک شخص کے لیے ایک سو بیس بکریاں ہوں، تو اس شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ چالیس چالیس کو الگ الگ کر کے ہر ایک چالیس میں ایک بکری دے دے، اور دوسرے لفظ کی تفسیر یہ ہے کہ اگر دو آدمیوں کے آپس میں چالیس بکریاں ہیں جن میں ہر ایک بیس بیس بکریاں ہیں تو اس صورت میں زکوۃ کے عامل کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ان سب کو اکٹھا شمار کر کے ان سے ایک بکری وصول کرے۔ اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ نہ دو آدمیوں کے مال کو اکٹھا کر کے ان سے زکوۃ وصول کی جاسکتی ہے اور نہ ایک شخص کے مال کو مختلف جگہوں میں تقسیم کر کے اس میں زکوۃ کم یا ختم کی جاسکتی ہے۔

اس لیے والئی سوات کا اس حکم نامہ میں یہ شرط لگانا کہ اگر کوئی شخص خود برد کر کے اپنی بھیڑ بکریوں میں کسی اور کا حصہ ثابت کرے، تو اس صورت میں اس کے قبضہ میں موجود سب بھیڑ یکجا شمار کر کے اس سے زکوۃ وصول کی جائے گی۔ یہ شرط بھی صحیح ہے۔

نویں شرط یہ ہے کہ اگر زکوۃ کی وصولی میں فریق دوم ملامت ہو گیا یعنی اس میں کوتاہی سے کام لیا، تو اس صورت میں فریق اول کو اجارہ ختم کرنے کا اختیار ہو گا۔ یہ شرط معاہدۂ اجارہ کے فسخ ہونے کے بارے میں ہے، اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ کسی عذر کی بنا پر اجاہ کو ختم کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے کہ " وَ الْحَاصِلُ اَنَّ کُلَّ عُذْرٍ لَا یُمْکِنُ مَعَہُ اِسْتِیْفَاءُ الْمَعْقُوْدِ عَلَیْہِ اِلَّا بِضَرَرٍ یَلْحَقُہُ فِیْ نَفْسِہِ اَوْ مَالِہِ یَثْبُتُ لَہُ حَقُّ الْفَسْخِ[18]۔" خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ عذر جس کی وجہ سے معقود علیہ ممکن نہ ہو، لیکن کسی ضرر کے ساتھ اس کے نفس اور اس کے مال میں، تو اس صورت میں اس کو اس معاہدے کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس عبارت کا مقصود یہ ہے کہ اگر دو فریقین یا دو افراد میں کسی چیز کے لیے اجارہ کا معاہدہ ہو جائے، تو اس صورت میں عذر کی بناء پر اس معاہدہ کو فسخ کرنا جائز ہے۔ خاص کر اگر یہ عذر ایسا ہو جس میں اس

چیز کا پورا لینا ممکن نہ ہو جس پر معاہدہ کیا گیا ہے۔ یہاں زکوۃ پر معاہدۂ اجارہ کیا گیا ہے اور اس صورت میں اس کے لینے میں مسئلہ ہو، اس لیے اس کا فسخ کرنا جائز ہو گا۔ پس یہ شرط بھی صحیح ہے۔

دسویں شرط یہ ہے کہ کچھ افراد سلارزئی، کڑپہ، بودال، امان کوٹ، نوے کلے، کبل، سر سینئ اور گھڑئ کلے میں بھیڑ بکریوں کی گنتی کے لیے ہر وقت موجود رہیں گے۔ تاکہ کوئی شخص ان حدود سے زکوۃ ادا کرنے کے بغیر اپنی مویشی باہر نہ لے جائیں۔

گیارہویں شرط یہ ہے کہ کوئی شخص ان حدودات کو خالی نہیں چھوڑے گا۔ خلاف ورزی کی صورت میں ان سے جرمانہ وصول کیا جائے گا۔ ان دونوں شرائط کا تعلق انتظامی امور کے ساتھ ہے، جو کسی مصلحت کی بناء پر رعایا پر لگائی جاسکتی ہے اور اس کا ماننا بھی لازم ہوتا ہے بہ شرطیکہ یہ خلافِ شرع نہ ہوں۔ چونکہ یہ بھی خلافِ شرع نہیں ہیں اس لیے یہ بھی صحیح ہیں۔

بارہویں شرط یہ ہے کہ اگر کوئی فرد ان اجارہ گروں میں سے قلاش ہو جائے، تو اس کے حصے کی ادائیگی کے ذمہ دار باقی افراد ہوں گے اور اس صورت میں اس کا حصہ باقی ساتھیوں کے ذمے ہو گا۔ اس مسئلے کے بارے میں کوئی واضح عبارت فقہی کتب میں نہیں پائی گئی البتہ اسی طرح کی ایک عبارت فتاویٰ قاضی خان میں موجود ہے کہ "وَ لَوْآجَرَ رَجُلَانِ دَارًا مِنْ وَاحِدٍ اَوْ مِنْ اِثْنَیْنِ جَازَ وَاِنْ مَاتَ اَحَدُ الْاٰجِرَیْنِ اَوْ اَحَدُ الْمُسْتَاجِرَیْنِ اِنْفَسَخَتِ الْاِجَارَۃُ فِی النِّصْفِ وَ تَبْقَی فِی النِّصْفِ[19]۔ " اگر دو شخص کسی گھر کو ایک فرد یا دو افراد سے اجارہ پر لے لیں تو یہ جائز ہے، اور اگر اجارہ پر دینے والوں یا اجارہ پر لینے والوں میں کوئی ایک شخص مر گیا تو اس صورت میں اس مرے ہوئے شخص کے حصے میں یہ اجارہ فسخ ہو گا اور باقی دوسرے شخص کے حصے میں باقی رہے گا۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہو گیا کہ دو شخص یا اس سے زیادہ افراد کسی ایک چیز کو اجارہ پر لے سکتے ہیں جیسا کہ یہاں اس حکم نامے میں موجود ہے کہ زمین کو مختلف افراد نے اجارہ پر لیا ہے۔ لیکن اس صورت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان میں سے فوت ہو گیا تو اس صورت میں صرف اس کے حصے میں اجارہ باطل ہو گا۔ اس مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے یہاں اس حکم نامے میں قلاش شدہ یا بھاگے ہوئے شخص کے حصے میں اجارہ باطل ہونا چاہئے، لیکن یہاں اس صورت میں فریقین باقی حصے کے اجرت پر بھی راضی ہیں اور انہوں نے آپس میں معاہدہ کیا ہے، اس لیے اس صورت میں اس قلاش شدہ یا بھاگے ہوئے شخص کے حصے کے اجارہ کی قیمت بھی ان پر لازم ہو گی۔ اور یہ حکم صحیح ہے۔

تیرہویں شرط یہ ہے کہ فریق دوم متوسط درجے کا بھیڑ بکرا وغیرہ لے گا اور فریقین کی رضامندی سے نقد رقم بھی دی جاسکتی ہے۔ اس ایک شرط میں دو شرطیں موجود ہیں، پہلی شرط متوسط درجے کا جانور لینا ہے، یہ شرط اس سے پہلے شرط نمبر 2 کے ضمن میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کا شرعی جائزہ لیا جا چکا ہے۔ جب کہ دوسری شرط زکوۃ میں نقد رقم کا دینا ہے، تمام فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زکوۃ میں واجب چیز کی بجائے نقد رقم دی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ " وَ یَجُوْزُ دَفْعُ الْقِیْمَۃِ فِی الزَّکوٰۃِ وَ النَّذْرِ عِنْدَنَا[20]۔" اور زکوۃ اور نذر میں نقد رقم دینا ہمارے (احناف) کے نزدیک جائز ہے۔ اس عبارت میں واضح طور پر اس بات کی تصریح ہے کہ اگر کوئی شخص سامان یا جانور کی بجائے نقد رقم زکوۃ میں دے دے تو یہ جائز ہے۔ اس لیے حکم نامہ ہذا میں موجود یہ شرط بھی صحیح ہے۔

چودہویں شرط یہ ہے کہ سرکاری بھیڑ بکریوں پر زکوۃ معاف ہو گی۔ چونکہ زکوۃ اور عشر وغیرہ افراد پر لازم ہوتے ہیں یہ کسی ادارے وغیرہ پر لازم نہیں ہے، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے کہ ""وَ شَرْطُ اِفْتِرَاضِہَا عَقْلٌ وَ بُلُوْغٌ وَ اِسْلَامٌ وَّ حُرِّیَّۃٌ[21]۔" زکوۃ کی فرضیت کے لیے شرط عقل، بلوغ، اسلام اور آزادی ہے۔ اس عبارت میں علامہ ابن عابدین نے زکوۃ کے

وجوب کے لیے شرائط بیان کیں ہیں، یعنی زکوٰۃ اس وقت فرض ہوگی جب یہ چار شرائط پائی جائیں، وہ چار شرائط عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا اور آزاد ہونا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوۃ کی فرضیت اس مال میں ہوتی ہے جو کسی انسان کی ملکیت ہوتی ہے جب کہ سرکاری فنڈ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی، اس لیے یہ شرط کہ سرکاری جانوروں پر زکوۃ لازم نہ ہوگی، یہ بھی صحیح ہے۔

سولہویں شرط یہ ہے کہ زکوۃ 40 بھیڑ بکریوں پر لازم ہوگی، بہ شرط یہ کہ نسل یا دودھ لینے کے لیے پالے جاتے ہوں اور جو تمام سال چرنے والے ہوں، اگر اس پر ایک سال گزر جائے، تو اس میں ایک بھیڑ زکوۃ واجب ہوگی۔ اور اگر یہ تجارت پالے گئے ہیں تو اس صورت میں تجارتی مال کے حساب سے اس میں زکوۃ واجب ہوگی۔ سال کی ابتداء اس وقت سے شروع ہوگی جب سے اس کے پاس نصاب پورا ہو جائے، اور اس کے بعد اس مال سال کا گزر جانا ضروری ہے۔ پھر 121 میں دو متوسط بھیڑ، بکریاں یا بکرے واجب ہوں گے۔ اس ایک شرط میں کئی شرائط کو جمع کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ زکوۃ بھیڑ بکریوں پر اس وقت لازم ہوگی جب اس کی تعداد 40 تک پہنچ جائے۔ یہ شرط بخاری شریف کی حدیث سے معلوم ہوتی ہے، ارشاد نبوی ہے کہ" وَفِيْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِيْ سَائِمَتِهَا اِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَ مِائَةٍ اِلٰى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ اِلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَاِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ رَبُّهَا[22]۔" بھیڑ بکریوں کی زکوۃ میں جب یہ سائمہ ہوں تو چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک ایک بکری ہے، جب ایک سو اکیس ہو جائے، تو دو سو تک دو بکریاں ہیں، جب دو سو سے بڑھ جائیں تو اس صورت میں تین سو تک تین بکریاں ہیں۔ پھر جب تین سو پر زیادہ ہو جائیں تو ہر ایک سو میں ایک بکری ہے۔ جب انسان کے پالے ہوئی بکریاں چالیس سے کم ہوں تو اس صورت میں اس پر زکوۃ نہیں، لیکن اگر اس کا مالک دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ چالیس بھیڑ بکریوں میں ایک بھیڑ یا بکری واجب ہے، یہ نصاب ایک سو بیس تک ہے اور ایک سو اکیس سے لے کر دو سو تک میں دو ہیں، اور جب دو سو سے اوپر ہو جائے تو اس میں تین ہیں، پھر جب تین سو سے زائد ہو جائے تو اس کے بعد ہر ایک سو میں ایک بھیڑ یا بکری لازم ہوگی۔ یعنی دو سو ایک سے لے کر تین سو ننانوے تک تین لازم ہیں اور چار سو میں چار۔ اس لیے والئی سوات نے اس حکم نامہ میں جو شرط لگائی ہے زکوۃ کے نصاب کے بارے میں یہ صحیح اور شریعت کے موافق ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ اگر یہ چرنے والے ہوں اور بہ نیت دودھ اور نسل کے پالے گئے ہیں اور اس پر سال گزر جائے تو اس صورت میں اس حساب سے زکوۃ ادا کی جائے گی اور اگر یہ بہ نیت تجارت پالے گئے ہیں تو اس صورت میں اس میں مال تجارت کے حساب سے زکوۃ لازم ہوگی۔ اس شرط کے بارے میں فتاویٰ قاضی خان کی عبارت موجود ہے کہ " وَ كَذَا لَوْ وَرِثَ سَآئِمَةً فَحَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ كَانَ عَلَيْهِ زَكَاتُهَا لِاَنَّهَا كَانَتْ سَآئِمَةً فَتَبْقٰى عَلٰى مَا كَانَتْ وَاِنْ لَّمْ يَنْوِ وَلَوِ اشْتَرٰى سَآئِمَةً لِلتِّجَارَةِ كَانَ فِيْهَا زَكَاةُ التِّجَارَةِ[23]۔" اسی طرح اگر کوئی شخص چرنے والے جانوروں کا مالک بن گیا اور اس پر سال گزر گیا، تو اس پر اس کی زکوۃ واجب ہوگی، کیونکہ یہ چرنے والے ہیں تو ان کو اپنی حالت پر باقی رکھا جائے گا، اگرچہ اس نے نیت نہیں کی ہے۔ اور اگر اس نے چرنے والے جانوروں کو تجارت کی نیت سے خرید ا، تو اس صورت میں اس پر تجارت کی زکوۃ ہوگی۔ یہ عبارت مکمل طور پر اس بات کی

وضاحت کرتی ہے کہ جانوروں میں جو اپنی زکوۃ واجب ہوتی ہے یہ تب ہے جب یہ چرنے والے ہو اور اس میں تجارت کی نیت نہیں کی گئی ہے، پس اگر اس تجارت کی نیت کی جائے، تو اس صورت میں یہ مالِ تجارت شمار کیا جائے گا اور اس پر اسی حساب سے زکوۃ لازم ہو گی۔

اس حکم نامے میں سترہویں شرط یہ ہے کہ چار سو بھیڑ بکریوں میں چار بکریاں لازم ہوں گی، اور اس کے بعد ہر ایک سو میں ایک بکری کا اضافہ کیا جائے گا۔ یہ شرط بھی نصوص شرعیہ کے موافق ہے جیسا کہ اوپر والی حدیث میں تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر موجود ہے۔

اٹھارہویں شرط یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس بھیڑ بکریاں جدا جدا ہوں اور یہ دونوں اپنے اپنے نصاب تک نہ پہنچے، تو ان کو ملا کر ایک نصاب بنایا جائے گا اور اگر مجموعی طور پر نصاب بن سکے، تو اس صورت میں اس پر زکوۃ لازم ہو گی۔ اور زکوۃ میں وہ چیز ادا کرے گا جو مقدار میں زیادہ ہو، اور دونوں مقدار میں برابر ہو، تو اس صورت میں اجارہ گر اعلیٰ قسم کی مویشی زکوۃ میں لے گا۔ یہ شرط بھی کئی شرائط پر مشتمل ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ بھیڑ بکریوں دونوں کو اکٹھا کر کے ایک نصاب بنایا جائے گا، یہ شرط فتاویٰ شامی کی عبارت سے واضح ہوتی ہے، کہ "اگر بھیڑ کا نصاب کم ہو جائے اور اس کے پاس بکریاں بھی موجود ہیں جس کی وجہ سے بھیڑ کا نصاب پورا ہوتا ہے، تو اس صورت میں بھی زکوۃ واجب ہو گی[24]۔" اس عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بکریوں اور بھیڑ کا نصاب ایک ہی ہے پس اگر کسی شخص کے پاس کچھ مقدار میں ایک قسم ہے جب کہ باقی دوسری قسم کی مویشی ہیں تو اس صورت میں ان دونوں قسموں کو ملا کر ایک نصاب بنایا جائے گا۔ پس اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہو جائے، تو اس صورت میں ان میں زکوۃ لازم ہو گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جو چیز مقدار میں زیادہ ہو گی، تو وہ زکوۃ میں دی جائے گی، اور تیسری شرط یہ ہے کہ اگر دونوں قسم کی مویشی مقدار میں برابر ہوں، تو اس صورت میں اعلیٰ قسم کی مویشی دینے کا پابند ہو گا۔

یہ دونوں شرائط بھی فتاویٰ شامی کی عبارت میں موجود ہیں کہ " فَاِنْ نَقَصَ نِصَابَ الضَّاْنِ وَ عِنْدَهُ مِنَ الْمَعْزِ مَا يَكْمُلُهُ اَوْ بِالْعَكْسِ وَجَبَتْ فِيْهِ الزَّكَاةُ وَ كَذَا لَوْ كَانَ الْمَعْزُ تَامًّا يَجِبُ فِيْهِ[25]۔" اگر نصاب بھیڑ کا ہے تو بھیڑ ہی زکات میں لیا جائے گا، اور اگر بکریوں کا ہے تو بکرا لیا جائے گا۔ اور اگر دونوں سے نصاب اکٹھا کر بنے، تو اس صورت میں مالک مویشی کو اختیار ہو کہ جو مویشی وہ دے تو دے سکتا ہے۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نصاب جن مویشیوں سے پورا ہوتا ہے، یا پورے نصاب جن مویشیوں کی مقدار زیادہ ہے تو اس صورت میں جن مویشیوں کا نصاب ہو یا نصاب میں جن کی مقدار زیادہ ہو وہ دیا جائے گا۔ لیکن اگر دونوں کی مقدار برابر ہو، تو اس صورت میں فتاویٰ قاضی خان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک مویشی جو جانور دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ لیکن والئی سوات کے اس حکم نامے میں یہ شرط لگائی گئی ہے کہ فریق دوم یعنی اجارہ گر اپنے اختیار اور مرضی کی مویشی لے گا۔ اس لیے یہ شرط صحیح نہیں ہے۔

انیسویں شرط یہ ہے کہ بھیڑ، بکری جو حاملہ ہو یا وہ بکرا جو نسل کشی کے لیے پالا گیا ہو، تو وہ زکوۃ میں نہیں دی جائے گی۔ اس کے بارے میں فتاویٰ شامی کی عبارت ہے کہ "وَ لَا تُوْخَذُ الرُّبّٰى وَ الْاَكِيْلَةِ وَ الْمَاخِضِ وَ فَحْلِ الْغَنَمِ لِاَنَّهَا مِنْ الْكَرَآئِمِ وَالرُّبّٰى بِضَمِّ الرَّاءِ الْمُشَدَّدَةِ وَ تَشْدِيْدِ الْبَآءِ مَقْصُوْرَةٍ وَ هِیَ الَّتِیْ تُرَبِّیْ وَلَدَهَا(مغرب) وَفِی الْبَدَآئِعِ قَالَ مُحَمَّدٌ الرُّبّٰى هِیَ الَّتِیْ تُرَبِّیْ وَلَدَهَا وَالْاَكِيْلَةُ الَّتِیْ تُسْمَنُ لِلْاَكْلِ وَالْمَاخِضُ هِیَ

الَّتِیْ فِیْ بَطْنِهَا وَلَدٌ[26]۔ "ربی، اکیلہ، ماخض اور نر بکرا یا بھیڑ زکوۃ میں نہیں لیے جائیں گے۔ کیونکہ یہ اچھے اموال میں سے ہیں اور اچھے اموال لینے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ربی رائے مشددہ کے ضمہ اور بائے مقصورہ کی تشدید کے ساتھ ہے۔ اور یہ وہ جانور ہے جو اپنے بچے کو دودھ دیتا ہے، اور بدائع میں ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ ربی وہ جانور ہے جو اپنے بچے کو پالتا ہے، اکیلہ وہ جانور ہے جو خوراک کے لیے پالا جاتا ہے اور ماخض وہ جانور ہے جس کے پیٹ میں بچہ ہو۔ اس عبارت میں چار قسم کے جانوروں کے لینے سے منع کیا گیا ہے، ان میں اپنے بچے کو دودھ پلانے والا، خوراک کے لیے موٹا پلا ہوا، حاملہ اور نر بکرا یا بھیڑ۔ چونکہ یہ تمام بہترین جانوروں میں سے ہیں، اس لیے ان کے لینے سے شریعت نے منع کیا ہے، کیونکہ شریعت نے درمیانہ مال کے لینے کا حکم دیا ہے۔ نر مویشی کے لینے سے امام شافعی رحمہ اللہ نے سختی سے منع فرمایا ہے جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں موجود ہے " وَ قَالَ الشَّافِعِیُّ لَا یَجُوْزُ اَخْذُ الذَّكَرِ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ الْكُلُّ ذُكُوْرًا[27]۔" امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ نر مویشی کا لینا زکوۃ میں جائز نہیں ہے الا یہ کہ سب کے سب نر ہوں تو اس صورت میں یہ نر لیا جائے گا۔ یہ عبارت نر مویشی کے نہ لینے کے بارے میں وضاحت کرتی ہے۔ اس لیے والئی سوات کا یہ حکم دینا کہ زکوۃ میں حاملہ، بچے کا پالنے والی مویشی اور نر بھیڑ یا بکرا نہیں لئے جائیں گے۔ مکمل طور پر شریعت کے موافق ہے۔

اس حکم نامہ میں بیسویں شرط یہ ہے کہ مال جب نصاب تک پہنچ جائے تو اس کو تین حصوں اعلی، متوسط اور ادنی پر تقسیم کر کے ان میں متوسط لیا جائے گا۔ اس کے بارے میں تمام علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ زکوۃ میں متوسط مال ہی لیا جائے گا۔ جیسا کہ رد المحتار میں ہے کہ وَ الْمُصَدِّقُ لَایَاْخُذُ اِلَّا الْوَسْطُ وَ هُوَ اَعْلَی الْاَدْنٰی وَ اَدْنَی الْاَعْلٰی[28]۔ "زکوۃ کو وصول کرنے والے کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ متوسط درجے کے علاوہ کوئی اور جانور لے لیے، اور متوسط سے مراد یہ ہے کہ وہ ادنی اعلیٰ ہو اور اعلیٰ سے ادنی ہو۔ اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پورے مال کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اعلیٰ، ادنی اور اوسط، پس مصدق کو زکوۃ میں وہ مال دیا جائے گا جو نہ زیادہ قیمتی ہو اور نہ زیادہ کمزور ہو۔ پس والئی سوات کا یہ حکم دینا کہ زکوۃ میں فریق دوم یعنی اجارہ گر کو متوسط مال دیا جائے گا، یہ بھی صحیح ہے۔

اس حکم نامہ میں آخری شرط یہ ہے کہ فریق دوم میں مالدار شخص اپنے قلاش ساتھی کا ذمہ دار ہو گا۔ یہ شرط اس سے پہلے اسی حکم نامہ میں شرط نمبر 12 میں گزر چکا ہے۔ جس کا تفصیلی شرعی جائزہ وہاں لیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معاہدہ کی وجہ سے یہ حکم صحیح ہے۔ پس والئی سوات کے اس حکم نامہ میں کل اکیس احکامات موجود ہیں ان تمام احکامات میں دو احکامات کے علاوہ جو کہ پہلی اور اٹھارویں ہیں یہ دونوں شریعت کے خلاف ہیں ان دونوں احکامات کے علاوہ باقی سب احکامات صحیح ہیں۔

خلاصۂ بحث

سوات صوبہ خیبر پختون خواہ کے شمالی علاقہ جات میں موجود ایک ضلع ہے۔ یہاں موجود مختلف قسم کے ثقافتی آثار اس بات پر گواہ ہیں کہ یہاں انسانی زندگی تقریباً پانچ ہزار سال سے آباد ہے۔ سولہویں صدی کے پہلے نصف میں یہاں پر افغان یوسف زئی قبیلہ آباد ہوا، اس کے بعد یہاں کوئی بھی غیر ملکی اپنا تسلط مکمل طور پر جمانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ یہ علاقہ مختلف قسم کے حملوں کی ضد میں رہا۔ آخر کار 1915ء میں یہاں کے باشندوں نے عبد الجبار شاہ کو ایک جرگہ کے ذریعے اپنا بادشاہ مقرر کر لیا اور یوں پہلی بار اس علاقہ میں ایک منظم حکومت قائم ہو گئی۔ عبد الجبار شاہ کی معزولی کے بعد ریاست سوات کی حکمرانی میاں گل عبد الودود المعروف بہ بادشاہ صاحب کو ریاست پر اپنی حکمرانی قائم کرنے کے لیے ایک اچھا موقع ہاتھ آیا، اس دیرینہ

خواہش کے حصول کے لیے انہوں نے مختلف قسم کے لوگوں سے پہلے سے رابطہ قائم کیا تھا۔اس لیے یہاں کی حکمرانی میں ان کے لیے رکاوٹ صرف نواب دیر ہوسکتے تھے، لیکن چونکہ قسمت باشاہ صاحب پر مہربان تھی، اور وہاں جندول کے حالات اتنے پریشان کن تھے کہ نواب صاحب کے لیے دوسری جانب توجہ مبذول کرانا اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنے کے مترادف تھا۔دوسری جانب میاں گل عبدالودود کے حکمران بننے کے لیے وجہ ترجیح ان کو سیدو بابا کا پوتا ہونا تھا اور یہ ان کے لیے ریاست پر قبضہ جمانے اور حکمران بننے کے لیے بڑا سبب بلکہ بڑا ہتھیار تھا۔ان ہی اسباب مختلف قبائل کے باہم مشوروں سے ان کو بہت جلد 1917ء میں ریاست کا حکمران بنادیا گیا۔

میاں گل عبدالودود کے حکمران بننے کے بعد ان کو مختلف قسم کی بیرونی اور اندرونی رکاوٹیں درپیش تھیں۔انہوں نے ان تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کرکے رفتہ رفتہ اپنی حکمرانی مضبوط ہاتھوں میں لے لیا۔سب سے پہلے تمام لوگوں کو غیر مسلح کرکے ریاست میں ملیشیا اور پولیس کے ذریعے امن وامان کے قیام کو یقینی بنادیا گیا۔تمام مسائل کے حل میں جرگہ کو اہم ترین اور مؤثر ترین ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا۔اس کے علاوہ انہوں نے لوگوں کی ذھنیت کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ ان سے ریاست کے استحکام کے لیے کماحقہ استفادہ کیا گیا، بڑے اور معزز خاندانوں کے سرکردہ افراد کو اہم عہدوں تعینات کیا گیا تاکہ یہ لوگ اسی احسان مندی کے سبب ریاست کو تحفظ دینے میں قدم قدم پر ان کے شانہ بہ شانہ کھڑے رہیں۔اور انہی کے مطابق ان کے لیے قوانین اور ضوابط کا نفاذ کردیا گیا۔بادشاہ صاحب نے اپنے ماہرانہ تدبر و فراست کے ذریعے ریاست کو نہ صرف استحکام بخشا بلکہ ان کے دور میں اس ریاست کا شمار بہترین ریاستوں میں ہونے لگا۔لیکن بدقسمتی سے یہ تمام تر قوانین وضوابط زیر تحریر لانے کے لیے کوئی باقاعدہ انتظام نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے یہ تمام تر قوانین قلمبند نہیں کئے گئے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ والئی سوات جو کہ 1949ء سے لے کر 1969ء میں ریاست سوات کے پاکستان میں ادغام ہونے تک حکمران رہ چکے تھے اور انہوں نے اپنی ریاست کے بہترین انتظام کے لیے مختلف شعبہ جات کے لیے مختلف حکم نامے صادر فرمائے تھے۔ ان حکم ناموں میں مندرجہ بالا حکم نامہ بھی ہے جو کہ بھیڑ بکریوں کے عشر کے حوالے سے جاری کیا گیا ہے۔زکوۃ کی وصولی کے لیے ان کا طریقۂ کار یہ تھا کہ وہ پوری ریاست کے بھیڑ بکریوں کی زکوۃ کو ٹھیکہ پر دے کر ٹھیکہ دار سے مخصوص رقم لیتے تھے۔ جب کہ اس ٹھیکہ کے لیے مخصوص شرائط ہوتی تھیں۔اس حکم نامہ میں بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ کے ٹھیکیدار کے لیے اکیس شرائط مقرر کی گئیں ہیں، ان میں سے دو شرائط ایسی ہیں جو خلافِ شریعت ہیں، ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ زکوۃ ٹھیکہ دار کو دی جائے گی اور یہ اس کی ملکیت ہوگی۔چونکہ زکوٰۃ ان لوگوں کا حق ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، ان مصارف میں ٹھیکیدار درج نہیں کیا گیا ہے، اس لیے یہ شرط شریعت کے خلاف ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ عامل اپنی مرضی سے زکوٰۃ کا جانور لے گا، جبکہ شریعت کا حکم ایسا نہیں ہے، کیونکہ شریعت نے متوسط جانور کو زکوۃ میں لازم کیا ہے۔اس لیے یہ شرط بھی شریعت کے خلاف ہیں۔ان دونوں شرائط کے علاوہ باقی تمام شرائط شریعت کے موافق ہیں۔

References

[1] Surat al-Nahl, 16:89
[2] Shabbir Ahmad Usmani, Tafseer Usmani (Karachi: Dar-ul-Isha'at) ,2 : 351

[3] Mahmood Ahmad Ghazi, Lectures of Shariat, (Lahore: Al-Faisal Publishers and Tajran Books, Publication: I, 2009), 287
[4]Abu al-Hasan Ali bin Muhammad al-Mawardi, Al-Ahkam al-Sultaniyyah (Cairo: Dar al-Hadith, al-Tababat: n, Sunnah: 2006), 1:344
[5]Muslim bin Al-Hajjaj al-Qashiri, Sahih Muslim, (Beirut: Dar Ahyaya Al-Tarath al-Arabi), 3: 1469, Hadith No: 1839
[6] Muhammad Taqi Osmani, Takmulah Fatehul Mulham,3:363
[7] Ghulam Habib Khan, Customs of Swat, (Mungora: Shoaib Sons, July:2021), 321
[8]Surah Al-Tawbah, 09: 60
[9]Abu Yusuf Ibrahim bin Yaqoob bin Ibrahim, Kitab al-Kharaj, (Beirut: Dar al-Marafah Wal-Nashr, 1399 AH-1979 AD),124
[10]Muhammad bin Ismail al-Bukhari, Sahih al-Bukhari, (Beirut: Dar Tawq al-Najat, 1422 AH), 2: 119, Hadith No: 1428.
[11] Muhammad bin Ismail al-Bukhari, Sahih al-Bukhari, 2:118, Hadith No: 1455
[12]Qazi Khan Hasan bin Mansoor, Fatwa Qazi Khan, (Muktab Ashrafiya: Quetta),1:219
[13]Muhammad Amin Ibn Umar Ibn Abidin, Rad al-Muhthar, (Beirut: Dar al-Fikr, 1412 AH = 1992 AD),4:61
[14]Ibrahim bin Muhammad bin Farhoun, Tabsrat al-Hakam, (Islamic Affairs Office: Qatar, 1437 AH - 2016), 3:353
[15]Muhammad ibn Abi Bakr ibn al-Qayyim, al-Tturuq al-Hikmiyyah fi al-Siyasat al-Shari'ah, (Dar 'ilm al-Fawadi: Beirut), 1:279.
[16]Abu Dawud Sulaiman bin Ash'ath, Sunan Abi Dawud,(Dar al-Rasalat al-Alamiya, Beirut,1430 AH-2009),2:96, Hadith No: 1567
[17] Qazi Khan Hasan Bin Mansoor, Fatawa Qazi Khan,1:221
[18] Muhammad Amin Ibn Umar Ibn Abidin, Rid al-Muhthar, 9:136
[19] Qazi Khan Hasan Bin Mansoor, Fatawi Qazi Khan,2:236
[20] Qazi Khan Hasan Bin Mansoor, Fatawi Qazi Khan,1:236
[21] Muhammad Amin Ibn Umar Ibn Abidin, Rid al-Muhtar, 3:207
[22] Muhammad Bin Ismail Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari,: 2, Page: 118, Hadith No: 1454
[23] Qazi Khan Hasan Bin Mansoor, Fatawa Qazi Khan, vol.1, p.217
[24]Muhammad Amin Ibn Umar Ibn Abidin, Radd al-Muhtar, 3:243
[25] Nafs Masdar, vol.3, p.243
[26] Muhammad Amin Ibn Umar Ibn Abidin, Radd al-Muhtar,3:253
[27] Qazi Khan Hasan bin Mansoor, Fatawa Qazi Khan,1:219
[28] Muhammad Amin Ibn Umar Ibn Abidin, Radd al-Muhtar,3:251]